

"انتقاد" کے لئے کتاب کے دونوں سخن آنحضرتی ہے

انتقاد

رسالہ دین و دانش

محلہ علماء اکیڈمی

محکمہ اوقاف پنجاب لاہور۔ پاکستان

محکمہ اوقاف پنجاب نے اکتوبر کے آغاز میں لاہور میں علماء اکیڈمی کے نام سے ایک کانفرنس منعقد کی، علماء والی دانش کے اس اجتماع میں محلہ علماء اکیڈمی کا پہلا نمبر بطور یادگار تھافتہ پیش کیا گیا۔ یہ سماہی رسالہ ظاہری و باطنی خوبیوں کا حامل ہے۔ مائل ہیج زنگین اور زیائش میں طاق جس کا طرہ امتیاز ہر چہار جانب منقوش یہ آیت کریمہ ہے: اندیختشی مت عبادۃ العلما۔ (اللہ کے بندوں میں علم والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں)۔ اس سماہی رسالے کی اشاعت پر محکمہ اوقاف الائق ستائش و مبارک باد ہے۔ مجلہ کے ایڈٹر علماء اکیڈمی کے ڈائریکٹر نیز مشیر تعلیمات محکمہ اوقاف ڈاکٹر رشید احمد جalandھری ایم اے، الازھر، پی انچ ڈی کیم بر ج ہیں۔

محلہ کے نیز سجھت نمبر میں تین مقالے ہیں دو اردو میں اور ایک انگریزی میں جن کے عنوانات یہ ہیں:-

- ۱ - مذہب اور انسانی و جدال۔ از ڈاکٹر منظور احمد کراچی یونیورسٹی کراچی (ص ۱ - ۱۲)۔
- ۲ - علم الفیض اور مفسروں۔ از ڈاکٹر رشید احمد دامتکھڑا ف علماء اکیڈمی لاہور۔ (ص ۱۳ - ۷۸)۔
- ۳ - جدید اسلامی فکر اور ڈاکٹر احمد امین (انگریزی) از ڈاکٹر ڈی۔ خالد، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔ (ص ۱ - ۳۳)۔

AHMAD AMIN AND HIS CONTRIBUTION TO MODERN ISLAMIC THOUGHT

اس مجلہ کے اغراض و مقاصد کی وضاحت خود ایڈٹر کے الفاظ میں ملاحظہ ہجتے:

"انسان نے اپنے ذہنی مسائل اور مشکلات کو سمجھا نے اور روحانی قلق و اضطراب کی تسلیم کے لئے جوان ہلک اور سلسل جدوجہد کی ہے اس میں مسلم منکرین نے اپنے دور عروج میں بلا برحصہ لیا ہے اور انسانی تہذیب و تمدن کے خدوخال کو سنوارنے میں اسلام نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے اس نے آدمی کو حکومیا ہتو اوقار والی اور انسان سے اس کے ٹوٹے ہونے رشتہ کو پھر سے استوار کیا۔ مسلم منکرین کی بلند پایہ علمی تحقیقات آج مشرق و مغرب میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر علم کے فکر و نظر کو جلدی بخش رہ کی ہیں۔"

"علماء اکیڈمی کی جانب سے شائع کئے جانے والے مجلہ "دین و دانش" کی خواہش ہے کہ وہ ان تحقیقات سے متعلق شائع ہونے والے تحقیقی کام کو قارئین کرام کے سامنے پیش کرے کیونکہ ہمارا یہ یقین ہے کہ مسلمانوں کے لئے جہاں دورِ حاضر کے علمی کارناموں سے آگاہی ضروری ہے وہاں ان کا انہی ملنی بغا کے لئے اپنے عظیم تہذیبی ہاتھ سے پورے طور پر واقع ہونا بھی ناگزیر امر ہے۔"

"دین و دانش کا نصب العین خالص علمی ہے اس کا تعلق زمشری سے ہے نہ مغرب سے، اس کا نصب العین اس حکمت و دانائی کی تلاش ہے جو فرمودہ رسول علیہ السلام کے مطابق مومن کی گم شدہ میراث ہے۔"

پہلو مقالہ مذہب اور انسانی دجلان ہے جس میں ڈاکٹر منظور احمد نے اپنے خاص فلسفیانہ انداز میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ صفحہ ۱۱۰م میں سے ہر شخص اپنے اعتمانی نفس میں ایک ایسا شعور یا احساس پاتا ہے جو تمام مذہبی حقائق کی نیا درستہ ہے، اور شعور کے سبھی امکانات زمان و مکان کی حد بندی سے نکل کر ہم کو اس حقیقت کا پتہ دے دیتے ہیں جس پر مذہب کی بنیاد قائم ہے۔"

موجو دہ عہد میں فلسفے کے میدان میں جو فیضی تحریکات نے ختم لیا اور جو حقیقت (REALISM) ایجاد کی (185۷-۱۹۰۵) اور تائجیت وغیرہ جیسے ناموں سے موسم ہیں یہ تحریکات درحقیقت سبھی ہیں اور مخفی ترد دانکار کے ناگزیر تسبیحوں کو حامل ہیں۔ کیونکہ مشاہدہ اور تاریخی واقعات یا تحریکات کا انکار ناقابل انکار حقیقت ہے۔ دنیا کے سارے امور ان مشتبث مشاہدات و تحریکات کے ماتحت انعام ہا رہے ہیں۔ ایک بچے کی ولادت کا انکار ناممکن ہے اور بچے کی ماں کا یہ بیان کہ اس کا ماہنہ میلان

سے ہے ایک ناقابل تردید بیان ہے۔ غرض حصول علم کے خارجی طریقوں کے بالکلیہ انکار کو بے جا لانہ حرکت کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

پس پوچھیے تو آج کے مسائل و جوہ و اسباب سے قطع نظر کوئی نئے مسائل نہیں ان کا مال ایک ہی ، الفاظ کے تغیر و تبدل سے حقائق بدلا نہیں کرتے۔ کمانے پہنچنے اور دوسروں نیادی حاجتیں آج بھی ہیں جو صدیوں پشتہ تھیں۔ البتہ انسانی معاشرتی ضرورتوں میں موجودہ ماحول کے پیش نظر اضافہ ہے اور یہ اضافہ ٹھہتا جائے گا۔ اور اس اضافے کے پیش نظر مسائل بھی بظاہر دوچند ہوتے جائیں گے۔ وی زندگی اور روت کے ہدف ہم پہلے بھی تھے اور اب بھی ہیں۔ اسی طرح خیر و شر، صدق و کذب، نت و دیانت، ایمان داری و روا داری، ایثار و ہمدردی سارے انسانی اوصاف اور اخلاقی نہ لیز اخلاقی رذیلہ سب اپنی جگہ ناگزیر ہیں۔ ان کے برتنے کے طریقہ البتہ اسباب و حالات کے بغیر تغیر پر بوسکتے ہیں۔ مگر زمتوں سے مفری ہے نہ عاقبت سے گزیر اچھڑ ہیں ایک اور عقلی مشکل فی بوم تصورات کو حقیقت سمجھ کر خالقی حیات و ممات کا انکار کر کے اتنا کتاب ظلم و عدد و ان کے سوا حاصل ہو سکتا ہے !!

دوسرہ مقالہ "علم تفسیر اور مفسروں" قرآن حکیم کی تفاسیر اور ان کے مؤلفین کا ایک ناقہ اپنے جائزہ پیدا کرھے ہے کہ اسی کتاب الہی کی تعلیم اور عملی توضیح کے لیے حضرت نبی آخر الزمان نشر لائے۔ اور ناپاک کی تعلیم کے ساتھ آپ نے اپنے متعھدی کو حکمت کی تعلیم سے بھی فرازا۔ حکمت کی تفسیر جو ہم ہائے، قرآنی الفاظ کی رہنمائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بیان کردہ اعمال و ل کے پیش نظر احکام الہی پر انفرادی عمل کرنے کے سوا کچھ اور معنی سمجھا نہیں جاسکتا۔ قرآن کے ام کے مطابق عملی اقدام ہی کو حکمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بنابریں ! اگرچہ یہ اختلاف رائے ابتدائیہ ہم سے پایا جاتا ہے کہ تفسیر کو روایت کے ساتھ مختص کیا جائے اور درایت سے پاک رکھا گئے، یہ واقعہ ہے جیسا کہ مثالے سے بھی ظاہر ہے کہ علمائے اسلام ہر زمانے میں نہ صرف عقل و بدلکا اپنے وجہان کی روشنی میں بھی قرآن پاک کے معانی کی تشریح کرتے آئے ہیں۔ مقالہ تکار ارجمنی جائز سے کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ ان کے ذیل کے بیانات ضرور قابل غور ہیں جن صفات نہ کرنا علمی دیانت داری کے خلاف سمجھا جائے گا :

۱- صفحہ ۱۹-سے : ”قرآن کی موجودہ ترتیب کی ذمہ داری حضرت عثمانؓ کی مقرر کردہ کلیٹی پر ہے جس کے سرپرداز یہ بن ثابتؓ نے تھے۔

یہ بیان صحیح نہیں۔ اسی ترتیب کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل نے آخری رمضان میں دو مرتبہ سنایا، نیز اسی ترتیب کے ساتھ صحابہ کرامؓ (جن کی تعداد چالیس سے متعدد) ہے) پورے قرآن پاک کے حافظ تھے:

الاتقان ح اص ٥٧ کی عبارت ملاحظہ ہوا

الاجماع والنحو المترادفة على ترتيب الآيات توقيفي لأشبهة في ذلك - أما الأجلاء فنقله غير واحد منهم الزركشى فى البرهان والوجعفر بن الزبيى فى مناسبات وعبارته ترتيب الآيات فى سورها داقع بتوفيقه صلى الله عليه وسلم وامرها من غير خلاف فى هذا بيت المسلمين انتهى^٢

۲۔ صفحہ ۱۴۷ - ا) میں قرآن پاک کے ترجیح سے بحث کرتے ہوئے بعض بالوں میں طرز بیان کی وجہ سے غلط فہمی کا ندیشہ ہے اس لئے مزید صراحت کی غرض سے یہ اضافہ ضروری ہے:
 (الف) حضرت سلامان رضی اللہ عنہ نے فارسی میں سورہ فاتحہ لوگوں کی فرمائش پر اس لئے لکھی تھی کہ یہ لوگ عربی سے بالکل نابلد تھے اور جب عربی زبان کے الفاظ ان کی زبانوں سے بآسانی ادا ہونے لگے تو عربی میں پڑھنے لگے۔ جیسا کہ مبسوط (جلد اص) ص ۳۷ جس کا حوالہ مقامے میں دیا گیا ہے، کی حسب ذیل عبارت سے ظاہر ہے.....

”ان الفرس کتبوا لی سلطان ان یکتب لهم الفاتحۃ بالفارسیہ فلأنوا يقرأون ذلك في العلامة حتى لانت السنهم للعربیہ : راہل فارس نے حضرت سلطان کو لکھا کہ سورہ فاتحہ کو فارسی میں لکھ دیں چنانچہ یہ لوگ اس کو نماز میں پڑھتے تھے سیاں تک کہ ان کی زبان میں عربی زبان کی ادائیگی کے لئے نرم ہو گئیں“

(ب) امام ابوحنین کے فارسی ترجمہ پڑھنے کی اجازت کے متعلق صرف یہ لکھنا بکافی نہیں کہ
”مُحَمَّدٌ، أَبُو حَنْفَةَ، وَالْمُنْذِرُ“..... یہی وہ بندرگ تھے جنہوں نے بڑی داشت مندی سے کام لیتے ہوئے
یہ فتویٰ دیا کہ ایک غیر عرب مسلمان جو عربی زبان نہیں جاتا نماز میں قرآن کا فارسی

ترجمہ پڑھ سکتا ہے:-

اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ جوازان لوگوں کے لئے تھا جو عربی زبان میں ادا نہیں کر سکتے تھے۔ جو عربی الفاظ کا تلفظ کر لیتے ہیں ان کے لئے جائز نہیں (دیکھئے مبسوط ح ۱ ص ۷ ۳)؛ داصل مذہ المسئلۃ اذا قرأ في صلاتہ بالفارسية جاز عند الْجَنِيَّةِ وَيَكُرَّا، وَعِنْدَهَا لَا يجوز ان كان يحسن العربية وَإذا كان لا يحسنها يجوز۔ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ لَا تجوز القراءة بالفارسية بحال۔ اس مسئلے کی اصل یہ ہے کہ جو شخص عربی بالکل نہ ادا کر سکے وہ نماز میں (قرآن) فارسی میں ادا کرے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے مگر مکروہ ہے اور امام ابو يوسف اور امام محمد کے نزدیک عربی کی حسن ادا (ایکی) کی قدرت پر ناجائز ہے۔ اور عربی نہ ادا کر سکتا ہو تو جائز ہے، اور امام شافعی کے نزدیک فارسی میں قرار ت ناجائز ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے متعلق فرمایا ہے کہ ”انا جعلناه قرآننا عربیا“ یعنی قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے کیونکہ بھی میں قرآن ہوتا تو اختلاف دفادر برپا ہوتا (ولو جعلناه قرآننا عجمیاً لوجد وانیه اختلافاً کشیرا)۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں عربلوں کا قدم پہنچا لوگوں نے قرآن پر ایمان لانے کے ساتھ عربی زبان کو اپنی زبان بنالیا اور ان کے عہد میں سندھ سے انہیں تک سلے عالمِ اسلام کی زبان عربی ہو گئی۔

۲۔ صبغیہ کو ابن ابی صبغیہ (دیکھو ص ۲۴) لکھنا بھی صحیح نہیں۔ نہ یہ درست ہے کہ حضرت عمرؓ نے اسے مدینہ سے بصرہ شہر بدر کر دیا..... یہ سنن داری کی روایت اس قدر ہے کہ صبغیہ عراقی اسلامی افواج میں تھے، قرآن کے باسے میں مختلف سوال کی کرتے تھے، مصر جب پہنچے تو حضرت عمر بن عاصیؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس صبغیہ دیا، انہوں نے ان کو سزا نہیں دیں پھر ان کو اپنے دہن بصرہ بھیج دیا اور والی بصرہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ اس کے ساتھ لوگ نہ بیٹھا کریں۔ صبغیہ پر یہ زمانہ بُدا سخت گزرا، چنانچہ انہوں نے ابو موسیٰ کی خدمت میں پہنچ کر اپنی توہہ کا حال بیان کیا، تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے سفارش کی، تب انہیں لوگوں سے ملنے کی اجازت دی گئی۔

- اسی طرح مشہور فسر ابو جعفر طبری کے متعلق یہ لکھنا صحیح نہیں کہ اُنھیں سلفی کہا جاسکتا ہے (دیکھو ص ۲۸-۲۹) نیز بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ ان کی تفسیر میں معتزلہ کے افکار پائے جاتے ہیں۔^۱

واقعی ہے کہ طبری ابتدا میں امام شافعی کے متبوع تھے، پھر کچھ دنوں ظاہری داؤد بن علی کے ساتھ رہے، پھر اہل سنت والجماعت کے مسلم پرچے اور داؤد کے رد میں کتاب لکھی۔ لوگوں نے ان کو امامیہ اور شیعہ بھی کہا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ طبری خود مجتہد فی المذاہ ہیں اور اہل سنت کے طریقے پر تھے، تفضیلی تھے نہ سلفی اور نہ اہل اعتزال سے ان کا تعلق ثابت ہے۔ غالباً یاقوت (رج ۵ ص ۲۵۷) کی عبارت کے سمجھنے میں تائید ہوا ہے۔ یاقوت نے عبد العزیز بن محمد طبری کا قول نقل کیا ہے کہ ابو جعفر اپنے سارے عقائد میں اس عقیدے پر چلتے ہیں جس پر سلفین سے اہل سنت والجماعت تھے (کان ابو جعفر میذھب فی جمل مذاہبہ الی ما علیہ من الجماعة من السلف)۔

۵- اسی طرح تاریخی نقطہ نگاہ سے پر کہنا واقعہ کے خلاف ہے کہ (صفحہ ۳۲۱) اسلامی اسٹیج سے معتزلہ کو پڑھچے دھکیل دیا گیا اور مذہبی مسائل سے متعلق آزادانہ شخصی رائے کے دروازے کو بڑی مضبوطی سے بند کر دیا گیا۔ یہیں اہل اعتزال کی حیرہ دستیوں کو جلاانا نہیں چاہیے ان کی بے اعتدالیوں کا نتیجہ ناگزیر تھا، بعد میں جو کچھ گذرادہ فطرت کے اصول کے خلاف نہ تھا، تاہم آزادانہ شخصی رائے پڑھی ہر زمانے میں پائی جاتی رہی۔

۶- اسی طرح حضرت عائشہ اور امیر معاویہ کی مشہور عام روایت (صفحہ ۳۲۲) کہ وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کو روحانی مانتے تھے: بیان کرنا خلاف تحقیق ہے کہ اہل نقد کے نزدیک اس کی حقیقت نہایت مشتبہ ہے (دیکھئے اسلامک لمحہ ۱۹۷۶ء)

THE RATIONAL OUTLOOK AS OBTAINED IN THE

THOUGHT PROCESS OF THE SAHABAH.

۷- نیز معتزلہ کے متعلق جو انسان کو اپنے افعال کا خالق کہتے ہیں یہ کہنا (ص ۲۳۷) پسچ پڑھئے تو معتزلہ اُدی کو ایک مشین سمجھتے تھے "ضرور نقد و نظر کے خلاف ہے۔

اس مختصر سے تبرئے میں صوفی تفسیر کے متعلق کچھ کہنے کی کنجائش نہیں البتہ تصوف کو شریعت کا عملی پہلو سمجھتے ہوئے اہل اسلام محققین کے شایان شان نہیں کہ شریعت کے اس عملی و وجہ انی توضیحی علم کی تشریع میں غیر مسلم محققین کے مقالات سے استشهاد کیا جائے اور ان کے بیانات پر اعتماد کیا جائے۔

ڈاکٹر خالد کے انگریزی مقالے کا اردو ترجمہ اوقاف کے علماء کے لئے ضروری و لچکپ ہوتا، اگرچہ اس مضمون کے بہت سے نتھے ایسے ہیں جن میں اہل علم کو اختلاف ہو سکتا ہے مگر علمی نقد و نظر کے لحاظ سے اس کا موضوع نہایت نکرانیگز اور نصیحت آئیز ہے۔

اس دینی علمی اور ادبی مجلے کی اشاعت پر محکمہ اوقاف بجابر کو صدیقہ تبریک پیش کرتے ہوئے یہ گذارش ضروری ہے کہ اس مجلہ نیز دوسرے علمی اور دینی رسائل کی زیادہ سے زیادہ اہل علم حضرات میں ترویج کی کوشش بھی محکمہ اوقاف کے واجبی فرائض میں داخل ہے۔ دعا علینا الا البالغ۔

کتابیہ ہمارا قدم نظام تعلیم اور ترقاضے

الاطاف جاوید
محکمہ اوقاف مغربی پاکستان۔ لاہور

یہ کتاب پہنچ خوب صورت ٹانپ میں ۴۳۲ صفحات پر مشتمل ہے، محکمہ اوقاف مغربی پاکستان لاہور نے اس رسائلے کو شائع کیا ہے۔ البتہ اس کی افادت کے متعلق لوگوں کو ضرور تامل ہو گا کیونکہ اولاد یہ سالم نفاذ معلم کے موقن کو صحیح اور کامل طور پر نہیں پیش کرتا۔ ثانیاً اس میں جدید تھاوسوں کے ماتحت کوئی نصاب نہیں پیش کیا گیا ہے۔ اہل علم حضرات کا متفقة خیال ہے کہ پاکستان میں نصائح تعلیم کی پیگانگت ضروری ہے۔ خود محکمہ اوقاف لاکھوں روپے نصاب کیلئی برائے مدارس عربیہ پر صرف کرچکا ہے۔ مدارس قدیم، جو بیشتر صدقات و خیرات کے رہیں منت ہیں، رہے ایک طرف خود آج یونیورسٹیوں کی تعلیم تضییع اوقات کے مراد ہو رہی ہے۔ علاوہ دیگر بے اعتدالیوں کے ان کی تعلیم کا معیار بڑی حد تک پست ہے، اور بعض شعبوں کے مقررہ نصاب ارباب بصیرت کے لئے ضرور قابل توجہ ہیں۔

ملک کی دیگر دانش گاہوں کا ذکر ہی کیا، خود محکمہ اوقاف کی سرپرستی میں جامعہ اسلامیہ اور اس